ادارہ تحقیقات اسلامی کی فقہ پر مطبوعات: ایک جائزہ

ثمینہ بشیر ۞

قیام پاکستان کے موقع پر جب یہ گفت گو شروع ہوئی کہ پاکستان کی ریاست اور معاشرت کی اسلامی تشکیل جدید ہو گی تو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ فقہی لٹریچر کی معاصر قابل فہم زبان میں موجودگی کسی بھی قسم کی جدید قانون سازی کے لیے ضروری ہے نیز عالمی طور پر بھی فقہی آرا کو قانونی دفعات میں ترتیب دینے کی طرح ہو چکی تھی۔ اسی لیے ادارہ تحقیقات اسلامی نے نہ صرف فقہ پر نئی اور طبع زاد کتابیں تحریر کروائیں بلکہ ایسی فقہی کتابوں جو کہ مصادر کی حیثیت رکھتی تھیں ان کے اردو میں تراجم کا اہتمام بھی کیا۔ اس ضمن میں ایک تفصیلی منصوبہ بنایا گیا اور اس منصوبے کی روشنی میں کتبِ فقہ کی طباعت و تراجم کے کام کا آغاز کیا گیا۔ قدیم کتب کے ترجمے سے ایک طرف تو ان کتب اور ان کے مصنفین کے تعارف کا احیا ہوا، اور دوسری طرف اسکالرز اور عوام الناس کو بے انتہا علمی فائدہ ہوا، جو کہ شاید عربی زبان سے ناواقفی کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکتا۔ زیرِ نظر مقالہ میں ان مطبوعات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ علاوہ ازیں فقہ اور تدوینِ فقہ کی مختصر تاریخ اور مصنفین کا مختصر تعارف بھی پیش کیا جائے گا۔ جدید لکھنے والوں نے عصری مسائل کا حل اپنی تحریروں کے ذریعے پیش کیا۔ اس مطالعے میں ان تحریروں اور ان کے علاوہ گاہے گاہے چھپنے والے مقالات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ مقالے کے آغاز میں فقہ اسلامی کا تعارف کروایا گیا ہے، نیز فقہ اسلامی کی تدوین اور اس کے مختلف میدانوں کا مختصراً ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مقالے میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی فقہ اسلامی پر شائع کردہ مختلف کتب کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ مقالے کے آخری حصے میں فقہ اسلامی سے متعلق ادارہ تحقیقات اسلامی کے شائع کردہ مقالات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

فقہ کی تعریف اور تاریخ تدوین

فقہ کے لغوی معنی "فہم" کے ہیں۔ جب کہ شریعت میں اس کا اطلاق عبادات اور معاملات کے ان احکام پر ہوتا ہے۔ جن کا تعلق مکلفین سے ہو۔(۱)

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ شریعہ و قانون، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔(Samina.bashir@iiu.edu.pk)

۱۔ عبدالکریم زیدان، **مطالعہ فقہِ اسلامی**، ترجمہ، عبدالخالق ہمدرد (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ۲۰۱۱ء)، ۷۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Hand Book and Master Plan of Islamic Research Institute...

عبد الکریم زیدان نے فقہ کے ادوار کو جنھیں وہ ”ادوارِ اسلامی قانون سازی“ بھی کہتے ہیں کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دورِ زمانۂ نبوت، قبل و مابعد ہجرت پر محیط ہے۔ مکی دور عقائد اور اخلاقیات پر مشتمل ہے، جب کہ مدنی دور میں عملی احکام نازل ہوئے۔ اسلامی معاشرے کے قیام سے بہت سے عملی احکام کی ضرورت پڑی، اور کئی مواقع پر سوالوں کی جوابات دینے کے لیے احکام نازل ہوئے۔ اس دور میں فقہ کا ماخذ وحی تھی، خواہ لفظی ہو یا معنی۔ اس دور میں قرآن کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے صحابہ کرام کو مقرر کیا گیا۔ جب کہ عمومی طور پر حدیث کو ضبطِ تحریر میں لانے کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ اس دور میں احکام بہ تدریج نازل ہوئے۔ جب کہ محدود اجتہاد بھی ہوتا تھا۔

دوسرا دور خلفاے راشدین کا دور ہے۔ اس دور سے پہلے قرآن اور سنت کے حوالے سے تشریع اسلامی مکمل ہو چکی تھی۔ اس دور میں فتوحات کے بعد دیگر اقوام سے میل جول کی باعث فقہی مسائل کا ظہور ہوا، اور ان کے حل کے لیے اجتہاد کیا گیا۔ اس دور میں فقہی اختلافات بھی رونما ہوئے سب سے پہلے قرآن اور پھر سنتِ رسول ﷺ میں حکم تلاش کیا جاتا، بہ صورت دیگر خلیفہ اجتہاد کرتا یا صحابہ سے رائے لیتا۔ عموماً کسی صحابی کی رائے پر دیگر صحابہ متفق ہو جاتے وگرنہ خلیفہ ان میں سے کسی رائے کو اختیار کرتا۔ اس دور میں بہت سے فقہی مسائل کو اجتہاد کے ذریعے حل کیا گیا۔ مثلاً عراق کی اراضی کا فاتحین میں تقسیم نہ کرنے کا فیصلہ، میراث کے بعض مسائل، ایک ہی وقت میں تین دفعہ طلاق دینے اور تینوں طلاقوں کا اطلاق وغیرہ۔ [۲]

اس دور میں قرآن کو جمع کیا گیا مگر سنت کی تدوین نہ ہوئی وہ بدستور صحابہ کے حافظے میں محفوظ رہی۔ عبد الکریم زیدان کی شرعی تدوین کے حوالے سے ادوار کی تقسیم میں تیسرا دور ۴۱ ہجری (جو کہ خلافت راشدہ کا اختتام ہے) سے دوسری صدی کے شروع تک کا دور ہے۔ مملکتِ اسلامی کے وسیع ہونے، صحابہ و تابعین کے مختلف ملکوں اور علاقوں کے سفر اور ان سے مقامی لوگوں کے ملنے اور اپنے مسائل کا حل جاننے کی وجہ سے فقہ کو بھی

۲- دیکھیے: مرجعِ سابق، ۱۳۳- ۱۴۵؛ اجتہاد کی مثال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے واقعے سے ملتی ہے۔ جب انھیں والی یمن بنا کر بھیجا جا رہا تھا تو حضور ﷺ نے ان سے استفسار کیا کہ وہ فیصلے کس طرح کریں گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے، حضور ﷺ نے دوبارہ پوچھا کہ اگر انھیں کتاب اللہ میں حکم نہ ملے تو پھر کیا کریں گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ پھر آپ ﷺ کی سنت کے مطابق، تاہم مزید استفسار پر کہ اگر سنتِ رسول ﷺ میں بھی حکم نہ ملے تو اس پر معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اپنی رائے سے کام لیں گے اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے، جس پر حضور ﷺ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

وسعت ملی۔ لیکن مختلف طرقِ استنباط متنوع علم اور حدیثِ رسول سے کم یا زیادہ واقفیت کا لازمی نتیجہ اختلافِ رائے تھا۔ روایتِ حدیث میں بھی اضافہ ہوا۔ موضوع احادیث کا فتنہ بھی کھڑا ہوا۔ جس کو روکنے کے لیے جرح و تعدیل کا علم شروع ہوا۔ "اہلِ حدیث" اور "اہلِ رائے" کا فرق واضح ہوتا گیا۔ ماسوائے چند ایک کوششوں کے عمومی طور پر یہ دور فقہ و حدیث کی تدوین نہ دیکھ سکا۔

عبدلکریم زیدان کے مطابق فقہ کا چوتھا دور دوسری صدی ہجری کے شروع سے لے کے چوتھی صدی کے نصف پر محیط ہے۔ اس دور میں فقہ کی ترویج میں خوب اضافہ ہوا اور فقہی مذاہب کی بنیاد پڑ گئی۔ جنھوں نے نہ صرف اس دور بلکہ آنے والے ادوار کے لیے بھی احکام فراہم کر دیے۔

عباسی دور میں فقہا کی قدر دانی کی گئی ۔ انھوں نے کتابیں لکھیں۔ مثلاً: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر **کتاب الخراج** لکھی۔ تاہم اس کی خواہش پر **موطأ** کو یکساں قانون کے طور پر نافذ کرنے کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کی۔ اب تک تدوینِ سنت ہو چکی تھی اور احادیث کی تقسیم "صحیح" اور "ضعیف" کے طور پر کر دی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے فقہا کے لیے استنباطِ احکام میں سہولت پیدا ہو گئی۔ تدوینِ سنت مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی بہتر سے بہتر ہوتی گئی۔ مثلاً شروع میں احادیث آثار صحابہ اور اقوال تابعین کو ایک ہی کتاب میں نقل کیا گیا۔ (جیسا کہ **موطأ** امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) بعد میں ان کو مسانید میں الگ الگ تحریر کیا گیا۔ مزید بر آں احادیث کو فقہی ابواب میں مرتب کیا گیا۔

پانچواں دور جو چوتھے دور کے اختتام سے شروع ہو کر "سقوط بغداد" تک محیط ہے بالعموم فقہ کے جمود کا دور ہے اور "تقلید کا دور" کہا جا سکتا ہے۔ تاہم اپنے اپنے مسلک کے اندر فقہا نے بہت سے کام کیے مثلاً تعلیل احکام، قواعد اصول فقہ اور ترجیح فی المذاہب پر کام ہوا۔ عبد الکریم زیدان نے "سقوط بغداد" کے بعد کے دور کو چھٹا دور کہا ہے اور ان کے مطابق یہ دور "موجودہ زمانے تک پھیلا ہوا ہے۔"[۳]

اس دور میں بہت سی مؤلفات سامنے آئیں، پھر ان پر شرح اور حواشی لکھنے کا رواج ہوا، فتاویٰ کو مرتب کیا گیا، تاہم تقنین فقہ کا کام انیسویں صدی میں کیا گیا۔ سلطنت عثمانیہ نے دیوانی قانون **مجلة الأحكام العدلية** کو مرتب اور نافذ کیا جو زیر نگین علاقوں میں ۱۹۵۱ تک نافذ رہا۔[۴]

۳۔ دیکھیے: مرجع سابق، ۱۸۴۔

۴۔ مرجع سابق، ۱۸۸۔

مجلة فقہ حنفی پر مرتب کیا گیا تھا جب کہ بعد میں ہونے والی قانون سازی مختلف مذاہب (مسالک) سے ماخوذ تھی۔ موجودہ دور میں الحمدللہ عالمِ اسلام کی بہت سی یونی ورسٹیوں میں اس حوالے سے تحقیق و تحریر کا سلسلہ جاری ہے۔ حکومتیں بھی کوشش کر رہی ہیں اور مختلف ادارے بھی اس سلسلے میں قائم ہوئے ہیں جو خلافِ اسلام قوانین کا جائزہ لیتے ہیں۔ اسلامی عدالتیں اور ٹریبونل بھی قوانین کی تشریح کر کے اس سرمائے میں اضافہ کر رہے ہیں۔

یہ ریویو آرٹیکل علم فقہ پر ادارے کی طرف سے شائع کردہ طبع زاد کتابوں، تراجم اور کتابی شکل میں شائع ہونے والے تحقیقی مقالات کے تجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔

۱- شرح مجلة الأحكام العدلية، محمد خالد اتاسی

اس سلسلے کی پہلی کتاب **شرح مجلة** ہے۔ یورپ میں قانون کی تدوین کی تحریک نے عثمانی حکومت کو بھی اسلامی مدنی قانون کی تدوین کی طرف متوجہ کیا، جس کے نتیجے میں **مجلة الأحكام العدلية** مدوّن کیا گیا۔ **مجلة** ۱۸۵۱ء دفعات ایک مقدمہ اور ۱۶/ ابواب پر مشتمل ہے، (جب کہ مقدمہ میں سو دفعات ہیں)[۵] **مجلة** کی تدوین ۱۸۱۶ء میں مکمل ہوئی اور یہ ۱۹۱۸ء تک دولۃ عثمانیہ میں رائج رہا۔[۶]

۱۹۸۶ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے **مجلة الأحكام العدلية** کی شرح از علامہ محمد خالد اتاسی کا ترجمہ شائع کیا۔ مفتی امجد العلی کے قلم سے ہے۔ یہ ترجمہ تین جلدوں میں ہے۔ ادارے نے ایک جلد کا ترجمہ شائع کیا۔ شرح چھ حصوں پر مشتمل ہے جو تقریباً ۱۹۳۰ء کے بعد شائع ہوئی تھی۔ تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرنے کے بعد مترجم مفتی امجد العلی کا انتقال ہو گیا۔[۷] یہ جائزہ اس سلسلے کے پہلے حصے کے بارے میں ہے۔ اس حصے میں فقہ سے متعلق ضروری ابحاث اور قواعد فقہیہ کا بیان ہے۔ فقہ کی نہایت مختصر مگر جامع تعریف کی گئی ہے: ”شریعت کے عملی مسائل جاننے کا نام علم فقہ ہے“[۸] اور اس کی تقسیم یوں کی گئی ہے:

۵- محمد خالد اتاسی، **شرح مجلہ**، ترجمہ، مفتی امجد العلی (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۸۶ء) (تقدیم)، ح، ط۔

۶- نفسِ مرجع، ۲ (تقدیم)۔

۷- نفسِ مرجع، (تقدیم)، ک۔

۸- دیکھیے: نفسِ مرجع، ۳-۴۔

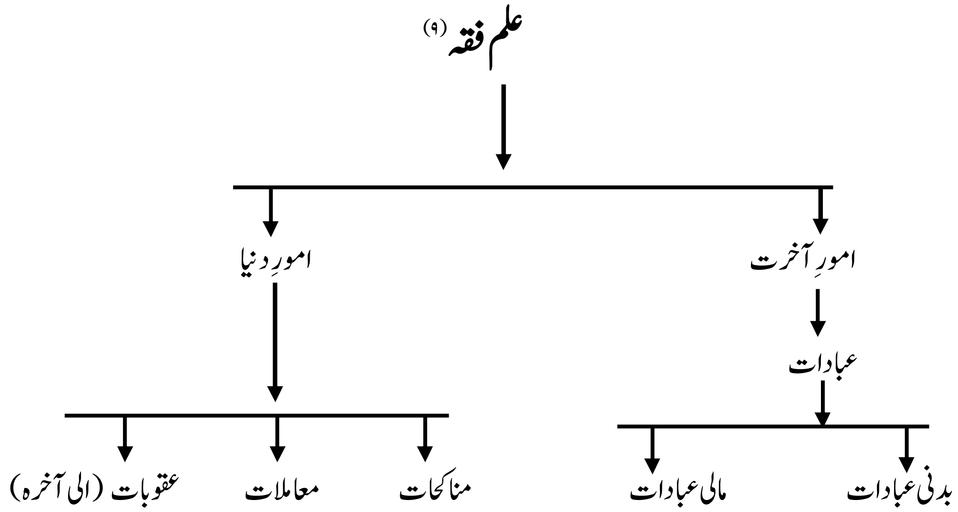

تاہم امورِ دنیا بھی عباداتی پہلو سے خالی نہیں۔

قواعد کی تشریح میں جہاں کہیں شارع کا اپنا قول بیان کرنا مقصود ہے، اس کی صراحت قوسین میں کر دی گئی ہے۔ ترجمہ قدرے پر تکلف ہے۔ مترجم کے مطابق کہیں کہیں طوالت کے خوف سے بعض حصوں کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔[۱۰]

۲- The Muslim Law of Divorce ، کے این احمد

ادارہ کی شائع کردہ کے۔این۔احمد کی کتاب: The Muslim Law of Divorce یہ کتاب ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب گیارہ سو سے زائد صفحات اور ۱۳۱ ابواب پر مشتمل ایک معتبر حوالہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں کتابت کی اغلاط ہیں۔

اس کتاب میں نہ صرف طلاق سے متعلق تفصیلی احکام بلکہ تحکیم یا ثالثی کے اوپر طویل باب ہے۔ چارٹ کی مدد سے طلاق کی اقسام وغیرہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

مؤلف نے کتاب کو قدیم فقہا (بہ شمول اہلِ سنت و تشیع) کی آرا (جو امہات کتب سے لی گئیں ہیں)، جدید اہل علم کی آرا، کیس لا، برطانوی اور امریکی عدالتوں کے کیسوں کے نظائر (Precendants)

۹- نفسِ مرجع۔

۱۰- نفسِ مرجع، ۲۔

کے حوالہ جات سے مزین کیا ہے۔ اس میں Marriage اور Divorce سے متعلق ہر موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ کچھ تفاصیل البتہ غیر ضروری محسوس ہوتی ہیں، جیسے کہ "Impotency" پر باب غیر ضروری طوالت کا شکار ہے۔ کہیں کہیں مصنف نے اپنی تجاویز دی ہیں جو کہ قانونی بحث کے زمرے میں نہیں آتیں۔ مثلاً "Safeguards for Wife" کے تحت صفحہ ۳۴ پر رقم طراز ہیں کہ بیویوں کو زیادہ مہر باندھنا چاہیے تاکہ طلاق سے بچ سکیں اور مرد طلاقِ جذبات یا غصہ کی حالت میں دینے کے بجائے سوچ بچار کرے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ کتاب فیملی لا کے اساتذہ اور طلبہ کے لیے قابلِ قدر، حوالہ (Reference) کی کتاب ہے۔

۳- الفقه النافع، ابوالقاسم محمد بن یوسف السمرقندی (م ۵۵۶ھ)

ادارہ کی شائع کردہ کتاب **الفقه النافع** فقہ حنفی کی کتاب ہے۔ اس کی مؤلف وسط ایشیا کے عالم ابوالقاسم محمد بن یوسف السمرقندی (المتوفی ۵۵۶ھ) ہیں جب کہ اس کی تخریج اور تقدیم ڈاکٹر احمد خان نے کی۔ مؤلف کے مطابق اس کتاب کے۔ بیس سے زائد نسخے ہیں، تاہم اس کتاب کی تیاری میں نیشنل لائبریری برلن میں محفوظ نسخہ (نمبر ۴۸۷۲۸) کو اصل بنا کر باقی نسخوں، جو انھیں دست یاب تھے، سے بھی استفادہ کیا۔[۱۱] کتاب کے عنوانات کی ترتیب کسی نظام کے تحت نہیں۔ کتاب کو "کتب، فصول اور ابواب" میں تقسیم کیا گیا ہے۔ "فصل" کا کوئی عنوان نہیں البتہ ذیلی ابواب کے عنوان ہیں۔

ڈاکٹر احمد خان کے مطابق مؤلف کی تالیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ لگ بھگ ۴۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ستر سال تک زندہ رہے۔ یہ دور وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے نمو کا دور ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں السرخسی، الکاسانی، المرغینانی، وغیرہم نے فقہ حنفی میں گراں قدر کام کیا۔ مؤلف نے فقہ حنفی کی تصنیفات سے استفادہ کیا ہے، امام ابوحنیفہ کے ساتھ امام محمد اور امام ابویوسف کی آرا کا ذکر کیا ہے تاہم کہیں کہیں امام مالک، امام شافعی اور امام زفر کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔[۱۲]

۱۱- دیکھیے: ابولقاسم محمد بن یوسف السمرقندی، ترجمہ، ڈاکٹر احمد خان، **الفقه النافع** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۶۶ء)، ل۔

۱۲- مرجع سابق، ک۔

۴- احکام وقف، غلام عبدالحق

یہ کتاب ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔ علمی لحاظ سے یہ وقیع اور عمدہ کتاب ہے۔ اسلامی تہذیب میں رفاہِ عامہ کی اہمیت و افادیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ تاریخ اسلامی شاہد ہے کہ رفاہِ عامہ کے کام جتنے مسلمانوں نے کیے شاید ہی کوئی تہذیب اس کی مثال پیش کرسکے۔ اس مختصر کتاب میں اوقاف سے متعلق تاریخ، وقف کی اقسام اور امکانات سے متعلق دل چسپ حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کی زبان عام فہم، سلیس اور قاری کو گرفت میں رکھتی ہے۔ یہ کتاب مقدمے اور گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں فقہا کی آرا کی روشنی میں وقف علی النفس، وقف برائے اشیاے منقولہ اور اس ضمن میں وقف برائے کرنسی (سکے) پر بحث کی گئی ہے۔ مؤلف نے عربی، اردو اور انگریزی مراجع کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان میں مؤلف کا زیادہ انحصار عبید اللہ عبد اللہ الکبیسی کی کتاب **أحكام الوقف في الشريعة الإسلامية** پر رہا۔ مؤلف نے مقدمے کے آخر میں لکھا ہے: "...زیر مطالعہ کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ وقف کے موضوع پر اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس کو اختصار کے ساتھ اردو زبان میں پیش کیا جائے۔"[۱۳] کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا یہ دعویٰ بڑی حد تک درست ہے اور کتاب اس موضوع پر مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ معلومات سے پُر ہے۔

وقف کا شمار ان امور میں ہوتا ہے جو زمانہ ما قبل اسلام کسی نہ کسی شکل میں موجود تھے اور اسلام نے انھیں نہ صرف برقرار رکھا بلکہ مزید منظم اور اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا۔[۱۴] مؤلف نے "ہبہ" کی مختلف شکلوں اور "وقف" میں فرق کرتے ہوئے البتہ جاہلیت کی "ہبہ" کو "وقف" ثابت کرنے کی غیر ضروری کوشش کی ہے۔[۱۵] بعض جگہوں پر ابہام ہے مثلاً ایک جگہ پر مؤلف نے افلاطون کے قائم کردہ اسکول کے بارے میں لکھا ہے:..."اور ۵۲۹ م میں عیسائی حکمران جیستانین (Justanian) نے اس کو بدل کر اسے بت پرستی کی تعلیم کا مرکز بنادیا"۔

اسلام کی ابتدائی دور میں، عہدِ نبوت اور بعد کے دور میں مسلمانوں نے اپنے مال وقف کیے، بعد میں اوقاف کو حکومت کی نگرانی میں لے لیا گیا تاکہ ان میں میراث کا دعویٰ نہ کیا جاسکے۔ ان کی مثالیں بنو امیہ اور

۱۳- غلام عبدالحق، **احکام وقف** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۹۹ء) (مقدمہ)، ۱۸۔

۱۴- دیکھیے: نفسِ مرجع، ۲۴۔

۱۵- دیکھیے: نفسِ مرجع۔

بنو عباس کے ادوار میں ملتی ہیں۔ اب مسلمان ملکوں میں وقف ایک ادارہ بن چکا ہے۔ مؤلفہ نے جامع انداز میں وقف سے متعلق احکام اور جزئیات میں مسالک کا اختلاف بیان کیا ہے۔ مؤلف نے مثالوں سے واضح کیا کہ مسلم حکم رانوں نے نہ صرف غیر مسلم اوقاف کو برقرار رکھا، انھیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا بلکہ خاطر خواہ مالی مدد بھی کی۔ مناسب ہوتا اگر عصری مسلم ریاستوں کے بعض نمایاں اوقاف کا ذکر بھی کیا جاتا۔ "وقف" اسلامی تہذیب کا ایک اہم نمونہ ہے اسے ایمانی جذبے کے ساتھ از سرِ نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۵- اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض

علامہ یوسف القرضاوی کی تصنیف ہے جس کا ترجمہ و تحقیق قیصر شہزاد کی ہے۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی یہ اشاعت ۲۰۱۱ء کی ہے۔ شعبۂ تدوین اشاعت کی "تقدیم" میں مسلمانوں کی ذمہ داریوں اور ذمیوں کے حقوق کو اجاگر کرتے ہوئے جن آیات اور احادیث کا ذکر کیا گیا ہے ان کا حوالہ ندارد ہے۔

یہ کتاب یوسف عبد اللہ القرضاوی کی عربی زبان میں کتاب **غير المسلمين في المجتمع الإسلامي** کا اردو ترجمہ ہے۔[۱۶] ذمیوں کے حقوق کے حوالے سے مختلف مسلمان حکم رانوں اور فقہا کا مؤقف پیش کیا گیا ہے۔ ماسوائے چند استثنائی امور کے ذمیوں کے حقوق مسلمانوں کے حقوق کے مساوی ہیں۔ حتیٰ کہ امام ابن حزم کے ایک قول کے مطابق ذمی کی حفاظت کے لیے جان دینا واجب ہے، اور اسے دشمنوں کے حوالے کرنا معاہدۂ ذمہ کی خلاف ورزی ہے۔ اسی وجہ سے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا تاتاری بادشاہ سے یہودی اور نصرانی ذمیوں کی رہائی پر اصرار اور صرف مسلمان قیدیوں کی رہائی کو قبول نہ کرنا، اس کی ایک مثال ہے۔[۱۷]

تمہید کے علاوہ اس میں چھ باب ہیں جن میں ذمیوں کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے ہیں۔ حقوق میں ان کے جان، مال اور عزت کا تحفظ شامل ہے۔ جب کہ ان کی فرائض میں جزیہ و خراج کی ادائی شامل ہے۔ جزیہ اور خراج کے لاگو ہونے کے جواز و دلائل کے ساتھ ساتھ کچھ اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب آج کے دور میں مزید اہمیت کی حامل ہے۔ مسلم حکم رانوں کا ذمیوں کے ساتھ احسان کا سلوک اور رواداری اپنی مثال آپ رہی ہے۔ تاہم کچھ واقعات جو عباسی خلفا کے حوالے سے درج ہیں، وہ ان کے ذاتی فعل ہیں اور اس معاملے میں

۱۶- یوسف القرضاوی، **اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض**، ترجمہ، قیصر شہزاد (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۱ء)، ج، د۔

۱۷- نفسِ مرجع، ۱۱۔

افراط و تفریط کا نمونہ ہیں، لازم نہیں کہ انہیں من و عن اسلام کی تعلیمات سے جوڑا جائے۔ مجموعی طور پر اس کتاب کا مطالعہ بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر سکتا ہے۔ ۱۲۹ر صفحات پر مشتمل کتاب معلوماتی ہے اور مستند حوالوں پر مشتمل ہے۔

٦- احکام طلاق، حبیب الرحمٰن

یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۴ء اور دوسری بار ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کے نو ابواب میں نہ صرف طلاق بلکہ زوجین میں تفریق کے حوالے سے دیگر اصطلاحات: ایلاء، لعان اور ظہار وغیرہ کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کتاب کی زبان عام فہم اور سادہ ہے۔ قرآن کی آیات اور احادیث رسول ﷺ سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہر مسلک کی رائے بیان کرنے کے بعد مراجع کو بھی کتاب کے متن میں ہی دے دیا گیا ہے، جو کہ ان موضوعات پر تحقیق کرنے والوں کے لیے بھی مفید ہے۔ بہت سے ابہام کا ازالہ بھی ہو گیا ہے۔ جیسے کہ خلع، مبارات اور طلاق باطل میں فرق، فسخ نکاح اور طلاق کے نتائج میں فرق اور تفریق بین زوجین بذریعہ لعان اور دیگر اسباب جیسے مفقود الخبر خاوند، شوہر کی نامردی یا ایسی بیماری جو زوجین میں منافرت کا باعث ہو۔ آخر میں عدت کے احکام بیان کیے ہیں۔ فیملی لا پڑھنے اور پڑھانے والوں کو اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ طلاق کی احکام سے ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے بہت سے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت حال میں یہ کتاب اس لٹریچر میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

٧- الأضحية، أحكامها و فضائلها و آدابها في الفقه الإسلامي،

ڈاکٹر احمد یوسف احمد الدریویش

قربانی اور اس کے مسائل پر ایک جامع، مختصر اور مفید کتابچہ ہے، مؤلف نے قربانی اور اس سے متعلق مختلف مسائل کے مختصر مگر قابل عمل جوابات دیے ہیں۔ سب مسائل کا حل حدیث اور فقہ کے بنیادی اور ابتدائی مراجع (امہات کتب) سے دیا گیا ہے۔ انحصار ائمہ اربعہ کی کتب پر ہے۔ آداب قربانی کے ضمن میں چودہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتابچے کی زبان سادہ اور آسان فہم ہے، لیکن چوں کہ عربی میں ہے، لہٰذا تجویز ہے کہ اگر اس کا اردو ترجمہ کیا جائے تو اردو دان طبقے کے لیے اور عام قاری کے لیے بہت مفید ہو سکتا ہے اور اس ضمن میں غلط طرز عمل کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

۸- *Shī ʿah Marriage Law*، علی رضا نقوی

ادارہ کی شائع کردہ ایک اور اہم کتاب *Shia Marriage Law* جس کے مؤلف ڈاکٹر علی رضا نقوی ہیں۔ مؤلف خود بھی ادارے سے منسلک رہے ہیں۔ ان کی کتاب ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ شیعہ قانونِ زواج پر یہ بہت معتبر حوالہ کی کتاب ہے۔ جس میں قرآن، حدیث اور شیعہ فقہ کے مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نقوی کو ادارے کی طرف سے شیعہ قانون پر بہ طور علمی منصوبے کے کتابوں کا ایک سلسلہ قلم بند کرنے کا کہا گیا۔ یہ اسی سلسلے کی کتاب ہے۔ باقی دو کتابیں *Divorce Law* اور *Shīʿah inheritance Law* بھی، ادارے کے مطابق، جلد شائع کی جائیں گی۔ انھوں نے تہران یونی ورسٹی سے "اسپیشل ڈاکٹریٹ" کی ڈگری لی ہے۔ زیر نظر کتاب کے مراجع کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے قدیم وجدید، شیعہ فقہ کے، حوالوں سے اسے مزین کیا ہے۔ شیعہ قانون کو سمجھنے اور اس سے استفادہ کرنے کے لیے شیعہ اسلام کی بنیادی اصطلاحات، نظم عقیدہ، اور مختلف تصورات کو سمجھنا ضروری ہے۔ مثلاً: کفاءۃِ زواج کے سلسلے میں "مؤمن" اور "مسلم" کا فرق، "مخالف" (سنی)، [18] "مستضعف"، [19] "ناصبہ" [20] یا "غالیہ" [21] وغیرہ۔

کتاب میں متعہ زواج کے متعلق موافق اور مخالف آرا دلائل کے ساتھ پیش کی گئی ہیں اور اس حوالے سے مختلف قانونی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب کی زبان کا معیار عمدہ ہے اور حوالہ جات معتبر ہیں۔ شیعہ عائلی قانون فیملی لا پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے اسے کتاب حوالہ کے طور پر تجویز کیا جاسکتا ہے۔

۹- **الفقه الإسلامي و أدلته**، وہبہ الزحیلی، ترجمہ: طفیل ہاشمی

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی مشہور زمانہ کتاب **الفقه الإسلامي و أدلته** جو عربی زبان میں گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے، کا ادارے نے ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس کی تین جلدوں کا ترجمہ ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے

۱۸- "سنی" لفظ اصل متن سے حذف کرکے "مخالف" دیا گیا ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر علی رضا نقوی، *Shia Marriage Law* " (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۲ء)، ۱۲۱۔

۱۹- ایسا شخص جو سنی اور شیعہ مسلک میں فرق کو نہ سمجھتا ہو مگر خود سنی ہو اور اپنے عقائد میں کمزور ہو۔ مرجع سابق ۱۲۲۔

۲۰- ایسی خاتون جو امام علی رضی اللہ عنہ یا اہل بیت کی مخالفت کرے۔ مرجع سابق، ۱۲۳۔

۲۱- ایسی خاتون جو امام علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے عقیدے میں "غلو" کا شکار ہو۔ مرجع سابق، ۱۲۳۔

بڑی محنت سے کیا ہے۔ ترجمہ سلیس اور رواں ہے۔ اس کتاب کے مصادر و مراجع ائمۂ فقہ اور مذاہب اربعہ سے لیے گئے ہیں۔ مؤلف نے چاروں مذاہب کی آرااور دلائل تقابلی انداز میں پیش کیے ہیں۔ زیادہ اہمیت دور حاضر کے مسائل کو دی گئی ہے اور ان مسائل پر زیادہ بحث نہیں کی گئی جن کا اب دنیا کو سامنا نہیں۔

پہلا حصہ طہارت اور نماز کے مسائل پر ہے تاہم اس کے شروع میں فقہ کے بنیادی مباحث پر بھرپور تفصیل دی گئی ہے۔ فقہ کے مختلف مذاہب، مؤلفین کتب فقہ، مجتہد کی اقسام، مجتہد اور مقلد میں فرق وغیرہ۔ یہ کتاب مصنف کے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے اور قاری کو فقہ کے مذاہب اربعہ کے حوالے سے بہت کچھ شناسائی عطا کرتی ہے۔

یہ کتاب ائمہ اربعہ کے مذاہب کی امہات کتب سے ماخوذ ہے۔ مترجم بھی یکساں تعریف کے قابل ہیں جنھوں نے اس کو اردو دان طبقے کے لیے ترجمہ کرکے بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کے دیگر اجزا اشاعت کے مرحلے میں ہیں۔

۱۰۔ مجموعۂ قوانین اسلام، تنزیل الرحمٰن

ایک اور قابل قدر تالیف **مجموعۂ قوانین اسلام** جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن کی کتاب ہے۔ ادارے نے اسے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔ اس کا پہلا جزء قانون ازواج (نکاح۔ مہر۔ نفقہ) کے موضوع پر ہے۔ یہاں اسی جز کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باقی اجزا کچھ یوں ہیں:

جلد دوم: قانون طلاق، جلد سوم: قانون نسب و اولاد (حضانہ، نفقہ اولاد و آبا و اجداد، ہبہ اور وقف)، جلد چہارم: قانون وصیۃ، جلد پنجم: قانون وراثت اور جلد ششم: قانون شفعہ۔

جلد اوّل: دس ابواب، ۹۲ موضوعات اور ان کی تشریح پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک معلومات افزا مقدمہ بھی شامل ہے۔ مقدمے میں کتاب کے طرز تالیف، ادارے کے قیام کے مقاصد اور فقہ سے متعلق دیگر امور پر روشنی ڈالی ہے۔ مؤلف نے اسلامی فقہ کی ترقی میں مانع مختلف فرقوں کی آپس میں دوری اور ایک دوسرے کی آرا کے حوالے سے ”جذب وانگیز کی صلاحیتیں سے محروم ہونا“[۲۲] بتایا ہے۔ تالیف کے طریقے پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں: ”چناں چہ مجموعۂ ہذا میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ حنفی فقہ کو سامنے رکھ کر قانونی احکام کو جدید انداز

۲۲۔ تنزیل الرحمن، **مجموعہ قوانین اسلام** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۱ء)، ۱:۲۰۔

پر مدون اور مرتب کیا جائے، البتہ جن مسائل میں حالات کے تحت ضروری ہو، کسی دوسرے مکتب فکر کے امام یا مجتہد کا اتباع کیا جائے۔" [۲۳]

مؤلف نے نہ صرف دیگر اسلامی ممالک کے قوانین ازدواج کو مختصر اور جامع پیرائے میں بیان کیا ہے بلکہ پاکستانی قوانین کا تجزیہ کرتے ہوئے بہت سی تجاویز بھی دی ہیں، مثلاً نابالغ کے نکاح کی حاجت کو عدالت کی رائے سے مشروط کیا جائے۔۔۔ (ص ۲۱۶۔ ۲۱۷)، خیارِ بلوغ کی صورت میں "علم نکاح" کی بھی صراحت کی جائے۔(ص۔ ۲۶۰)، چھ ماہ تک عدم ادائیگی نفقہ کی صورت میں تفریق نکاح کا حکم جاری کیا جائے۔(ص۳۲۷)

۱۱—ادب القاضی، محمود احمد غازی

۱۹۸۳ء میں شائع ہونے والی "تراجم مصادرِ قانونِ اسلامی" کے سلسلے کی کتاب **ادب القاضی** ہے، جس کے مرتب اور مدوّن محمود احمد غازی اور مترجم محمود احمد غازی اور عبدالرحیم بلوچ ہیں، دونوں اصحاب کا تعلق جامعہ اسلامیہ سے رہا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ بعض اوقات عام فہم نہیں ہے جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے؛ مثال کے طور پر دیکھیے:

> لہٰذا خود اس پر جو کچھ ہے اس میں تو وہ قطعیت کے ساتھ حلف اٹھائے گا چاہے وہ نفی ہو یا اثبات میں، اور جو حلف کسی غیر فعل کے متعلق ہے تو اگر وہ اثبات کے لیے ہے مثلاً کہ اس نے قرض دیا یا فروخت کیا۔۔۔ تو وہ گواہ کے ساتھ قطعیت کے ساتھ حلف اٹھائے گا اور اگر علم کی نفی پر علم ہے مثلاً اگر اس پر کسی قرض کا دعویٰ کیا جائے تو اس صورت میں وہ صرف نفی علم پر حلف اٹھائے گا۔ اور اگر اس نے قطعیت کے ساتھ قسم کھایا تو یہ درست ہو جائے گا۔ اور اس سے مقصود اس کی معلومات کی حد تک ہو گا۔(ص۵۷۶)

مزید ملاحظہ کیجیے:

"قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس سے تین دفعہ کہے کہ تجھے قسم کھانے کا کہتا ہوں۔ اگر تو نے قسم کھالی تو فبہا، ورنہ میں مدعی کے دعویٰ کے مطابق تیرے خلاف فیصلہ صادر کر دوں گا اور یہ انتباہ اس لیے تاکہ اسے انکار پر فیصلہ صادر کرنے کا علم ہو جائے کیوں کہ یہ ایک مخفی چیز ہے۔ اور جب تین مرتبہ قاضی نے اسے قسم کھانے کا کہہ دیا تو اس کے بعد اس کے انکار کا فیصلہ کر دیا جائے۔" (ص ۔۵۷۸) یہاں "قسم کھالیا" (ص ۵۷۸)، "قسم ۔۔۔ کھائی جائے گی۔" (ص۵۷۹) اور "کسی اور کے نام سے قسم کھایا" (ص ۵۷۹) جیسے جملوں میں یکسانیت کا نہ ہونا درست معلوم نہیں ہوتا۔ کہیں کہیں پیراگراف شروع کرتے وقت تسلسل کا خیال نہیں رکھا گیا؛ مثلاً ایک پیراگراف یوں شروع ہوتا ہے:

۲۳— مرجع سابق، ۲۰۔

"جن میں برابر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ (ص ۶۷۴)؛ گویا اس طرح قاری کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا گیا ہے۔ مزید برآں بہت سے مقامات پر رموزِ اوقاف (Punctuations) کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ تاہم اس کا دوسرا ایڈیشن جو ادارے نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا، نظر ثانی شدہ ہے اور بعض ترامیم اضافہ جات کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

اس دوسرے ایڈیشن میں مترجم کے طور پر عبدالرحیم اشرف بلوچ کے اشتراک کا اعتراف نہیں ہے۔ کتاب میں قضا سے متعلق احکام کو جمع کر دیا گیا ہے۔ "عرض مرتب" کے عنوان سے **ادب القاضی** کی تالیف سے زیادہ ادارے کے بقیہ طباعتی اور اشاعتی منصوبوں پر معلومات ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مراسلہ جو انھوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قضا اور عدالتی طریقہ کار پر لکھا تھا، اس کتاب میں شامل ہے۔ اگر یہی مراسلہ آج کے پاکستانی ججوں کے تربیتی نصاب میں شامل ہو تو کافی بہتری آسکتی ہے۔ بہت سے مقامات پر انگریزی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا متبادل اردو میں مستعمل ہے۔ بعض مزید کتب میں حسب ذیل تصانیف شامل ہیں:

1. *Judicial System of Islam.*

جو کہ غلام مرتضیٰ آزاد کی تالیف ہے اور ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

2. *Crime and the Islamic Doctrine of Proventive Measures.*

یہ ڈاکٹر محمد مصلح الدین کی تالیف ہے اور ادارے نے اسے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔ انھی مؤلف کی ایک اور کتاب:

3. *Islamic Education its Form and Features.*

ہے جو ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔

عبداللہ علوی حاجی حسن کی کتاب:

4. *Sales and Contracts in Early Islamic commercial Law.*

۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ مؤلف کے ڈاکٹریٹ کے مقالے کی کتابی شکل ہے۔

ابن تیمیہ کی تالیف **رفع الملام عن الأئمة الأعلام** کا انگریزی ترجمہ و تشریح عبدالحکیم المatریدی نے

5. *Exonerating the Distinguished Imams.*

کے عنوان سے کیا جسے ادارے نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔

عصری تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قیصر شہزاد کی تصنیف:

6. *Biomedical Ethics Philosophical and Islamic Perspective.*

ادارے نے ۲۰۰۹ء میں شائع کی۔

۷- محمد زبیر فاروقی کی تحریر : *Islam and everyday Living* جو دعوۃ اکیڈمی اور ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۰۰۰ء میں شائع کی۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا ایک اور قابل قدر کام / اقدام Occasional Papers کی اشاعت ہے۔ اسلامک اسٹڈیز (ادارے کے جرنل) میں شائع ہونے والے مقالے جو بہترین معیار کے تھے، کو ایک سیریز میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

۱۲- اس سلسلے کا پہلا مقالہ ۱۹۹۲ میں شائع ہوا۔ مقالے کا عنوان : Law of Duress in Islamic Law and Common Law: A Comparative Study جس کے مؤلف خالد ابو الفضل ہیں۔ مجلہ عراقی مدنی قانون کے آرٹیکل ۱۱۲ کے تحت Duress کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "Duress to compel a person without right to do a thing by fear to which he does not consent to."

اس مقالے کا مقصد اکراہ یا duress کا اسلامی قانون اور کامن لا کی روشنی میں مطالعہ کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ قانون اسلامی کا طریقۂ کار اس میداں میں کیا خاطر خواہ اضافہ کرتا ہے۔ اکراہ کی کوئی جامع اور یکساں تعریف ممکن نہیں کیوں کہ دباؤ یا اکراہ کا عمل مختلف چیزوں میں مختلف پیرائے میں ہو سکتا ہے اور اس کا مطلب ہر شخص اور ہر حالت کے لیے مختلف سمجھا جا سکتا ہے۔ مؤلف نے اس کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔

کامن لا میں معمولی زخم یا نقصان یا مالی نقصان کو اکراہ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک دباؤ اس نوعیت کا نہ ہو جو انسانی جان یا سنگین نوعیت کی جسمانی تکلف کی حد تک نہ ہو؛ کیوں کہ یہی انسان کی آزادی رائے پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ کامن لا کی توجہ کا مرکز اکراہ کی نوعیت تھا نہ کہ مکرہ کی نفسیاتی حالت۔ سنگین نوعیت کی دھمکی کو "اکراہ " سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح اکراہ کا ایک ہی معیار چاہے وہ معاہدہ پر دست خط ہو یا جرم کا ارتکاب، لاگو ہوتا تھا۔ اس بات کی تفتیش نہ تھی کہ دھمکی / اکراہ اور اس کے نتیجے میں کیے گئے فعل میں کوئی تناسب ہے؟ اسلامی قانون کا نقطۂ نظر اس حوالے سے کثیر جہتی ہے۔ یہ انسانی اجتماعی حقوق اور حقوق اللہ کو مکرہ (فرد) کے حوالے سے متوازن کرتا ہے، اور ایک وقت میں اکراہ کی اقسام، حقوق کی ماہیت اور مکرہ (جس پر اکراہ ہو) کے محسوسات کو سمونے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ مؤلف نے امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے وضاحت سے اکراہ کے حوالے سے اسلامی قانون کی پوزیشن واضح کی ہے۔ جیسا کہ ہر انسان کا ردِ عمل کسی قسم کے دباؤ کے خلاف اس کی برداشت

کی صلاحیت کے مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے قضیوں میں اکراہ یا خوف کی موجودگی کا دارومدار اس انفرادی واقعہ کے جائزے پر ہوگا؛ تاہم اکراہ عمل کے اختیار کی نفی نہیں کرتا۔[۲۴]

کاسانی کے ہاں اکراہ یا تو "مکمل" ہے یا "ناقص" جب کہ باقی فقہا کے ہاں اکراہ "غیر ملجئ" کا "ملجئ" ہے۔ پہلی قسم میں مکرہ کے پاس کوئی راستہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ مکرِہ کی بات مانے جب کہ دوسری قسم میں اس کے پاس کچھ اختیار فعل کو کرنے یا نہ کرنے کا ہے جب کہ اس کی رضامندی ہر دو صورت میں نہیں ہے۔[۲۵]

اسلامی قانون نے "اکراہ" کو مذہبی بنیاد پر بھی پرکھا ہے اور ہر فعل جو اکرہ کے نتیجے میں ہو رعایت کا مستحق نہیں، جیسا کہ "قتل"؛ تاہم مسلمان فقہا نے بعض عصری مسائل کا جائزہ نہیں لیا جیسے کہ "Plea Bargaining"[۲۶] میں بھی اکراہ ہے۔

بالعموم یہ آرٹیکل ایک اہم موضوع پر بحث کرتا ہے اور بڑی حد تک کامیابی کے ساتھ اسلامی قانون اور کامن لا میں اکراہ (Duress) کے فرق کو واضح کرتا ہے، تاہم اگر اس کا عنوان: Law of Duress in Islamic Law and Common Law: A Comparative Study کے بجائے: Duress in Islamic Law and Common Law: A Comparative Study ہوتا تو بہتر تھا۔

۱۳۔ اس سلسلے کا دوسرا مقالہ The Right to Personal Safety and the Principle of Legality in the Sharia'h ہے جو محمد ہاشم کمالی کی تحریر ہے۔ یہ مقالہ ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ جرائم پر قابو پانا، مجرم کو سزا دینا اور ساتھ ہی ساتھ اس کے انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل کام ہو سکتا ہے۔ اسلامی ضابطہ ٔ فوجداری بھی اس دوہری مشکل کا شکار ہے۔ اسلامی نظام انصاف میں مرافعاتی معاملات (Procedural Matters) پبلک پالیسی کے تحت سیاسہ شرعیہ کے باب میں دیکھے جا سکتے ہیں اور ان میں بہتری لائی جا سکتی ہے۔ جب تک قانون کسی فعل کو جرم نہ کہے اور اس کے لیے سزا تجویز نہ کرے کسی بھی شخص کو نہ تو موجب سزا گردانا جا سکتا ہے اور نہ مجرم؛ لہٰذا تفتیش کے دوران میں بھی کسی ملزم کو اختیارات کے ناجائز استعمال کا نشانہ نہیں بننا چاہیے۔

۲۴۔ خالد ابوالفضل، *Law of Duress in Islamic Law and Common Law: A Comparative Study* (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۲ء)، ۱۵- ۱۶۔

۲۵۔ دیکھیے: مرجع سابق، ۱۲۔

۲۶۔ استغاثہ اور مجرم کے درمیان کسی کم تر جرم کو قبول کرنے کا معاہدہ۔ دیکھیے: مرجع سابق، ۳۱۔

پروفیسر کمالی نے صحیح اور جائز طریقۂ تفتیش پر زور دیا ہے اور قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اطاعت "معروف" میں ہے نہ کہ "منکر" میں، لہٰذا کوئی بھی شہری اس ارتکاب جرم سے انکار کر سکتا ہے جس کا حکم اسے گورنمنٹ یا اس کے کسی نمائندے نے دیا ہو۔ اسی طرح ضابطہ ٔ فوجداری کی تنفیذ میں بھی صحیح قانونی عمل (Due Process) کا خیال رکھا جائے۔ حسب قاعدہ برأة الذمة الأصلية کسی کو محض الزام کی بنا پر مجرم نہیں کہا جا سکتا، جب تک کہ اس کا جرم ثابت نہ ہو۔[۲۷] کسی ملزم کو بوجوہ دباؤ، دھمکی، تشدد یا نشہ آور دوا کے زیر اثر اقرار جرم پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مؤلف نے اس ضمن میں قانون اور عمل میں بعد کی نشان دہی کی ہے۔ قانون ایسے ضابطے کی حمایت کرتا ہے جو عدل وانصاف کے مقصد کو پورا کرے۔

مقالہ ہٰذا میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی جن مطبوعات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے وہ فقہ اور اسلامی قانون سے متعلق ہیں۔ ادارے کے فقہی مطبوعات میں مصادر کے تراجم، جدید کتب اور معاصر قانون سازی وغیرہ شامل ہیں۔ ادارے کی کتب معیاری طباعت اور معیاری تحقیق دونوں کا مجموعہ ہیں۔ فقہی کتب ادارہ تحقیقات اسلامی کی اس خصوصیت کی نمائندگی کرتی ہیں جس میں قدیم وجدید اور تقلید واجتہاد کا ملاپ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ فکری تنوع، علمی جستجو اور عملی اقدامات کو فروغ دینے والا ایسا کام ہے جس کی دور حاضر میں بہت اہمیت ہے۔ موجودہ دور کے مسلمان معاشروں میں جذباتیت کے رجحانات میں فقہ اسلام کے نفاذ کی بات تو بہت کی جاتی ہے لیکن شریعت اسلامیہ کے عملی نفاذ اور ان کے احکام کو دور حاضر سے ہم آہنگ کرنے کے لیے جس علمی اور تحقیقی جدوجہد کی ضرورت ہے، اس کی کمی بہت کم ادارے پوری کر رہے ہیں۔

۞۞۞۞۞

۲۷- دیکھیے: محمد ہاشم کمالی، *The Right to Personal Safety and the Principal of Legality in the Shariah,* (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۱ء)۔